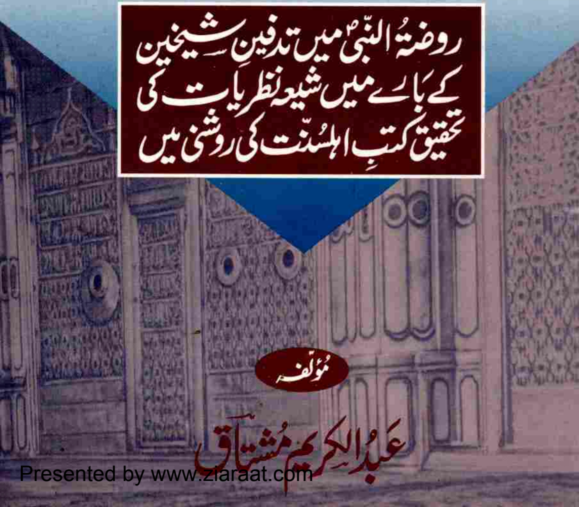
وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا الفرقان ۵۳

قبورِ خلفاءؔ

روضۃ النبیؐ میں تدفینِ شیخین
کے بارے میں شیعہ نظریات کی
تحقیق کتبِ اہلسنّت کی روشنی میں



مؤلف

عبدالکریم مشتاق

وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَحْجُورًا الفرقان ۵۳

قبورِ خلفاء

روضۃ النبی میں تدفین شیخین
کے بارے میں شیعہ نظریات کی
تحقیق کتب اہلسنت کی روشنی میں

مؤلفہ:
عبدالکریم مشتاق

ابتدائیہ

عرصۂ دراز سے یہ بات زیرِ بحث ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا۔ اسلام کی خاطر ان بزرگان نے ایسی سعی بلیغ فرمائی کہ آج آسمانِ اسلام کے آفتاب و ماہتاب سمجھے جاتے ہیں۔ ان جلیل القدر اصحاب نے نصرتِ رسولؐ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور جس طرح ان حضرات کو حیاتِ رسولؐ میں قربِ نبیؐ حاصل رہا اسی طرح بعد از وفات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حضورؐ نے ان کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ عطا کی اور روضۂ اقدس ان کے لئے جوارِ مدفن مقدر ہوا۔ لہذا ایسے مقتدران کے بارے میں اپنے گمان کو نیک نہ رکھنا تعصب و عناد کی علامت اور ناعاقبت اندیشی کا ثبوت ہے۔

یہ موضوع جتنا اہم و دلچسپ ہے اتنا ہی احتیاط طلب و گراں بھی ہے۔ مجھے ہر جنبشِ قلم پر احساسِ ذمہ داری محسوس ہو رہا ہے اور موجودہ حالات کے تقاضے پیشِ نظر ہیں۔ لہذا رواداری کے تمام ضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نازک مضمون پر اپنے معروضات پیشِ خدمت کر رہا ہوں۔

خداوندِ حفیظ کی کمال مہربانی ہے کہ اس نے میرے سیاہ دل کو نورِ ایمان کی روشنی بخشی ہے۔ اسلام ایمانی ایک ایسی نعمت ہے کہ اس کا شکریہ

ادا نہیں کیا جا سکتا لیکن دستورِ فطرت ہے کہ ہدایت و گمراہی، ظلمت و تاریکی، نیکی و بدی کفر و اسلام، نفاق و ایمان اس دنیا میں ساتھ ساتھ سرگرمِ عمل ہیں۔ شیطان نے اکثر اہلِ اسلام کو بہکایا اور ان کے دلوں کو باطل عقائد سے تاریک کر دیا لہذا اس کا اتحاد قائم نہ رہا اور سینکڑوں فرقے وجود میں آ گئے۔ اس لئے فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید و نبوت وغیرہ کے عقائد کا اقرار کر لینے ہی پہ اپنے آپ کو ناجی سمجھنا درست نہ ہو گا۔ بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر مسئلہ کی تطبیق کتابِ خدا اور سنتِ رسولِ خداؐ سے دیکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ حق و باطل میں تمیز کرنے کا صرف ایک ہی ایسا طریقہ ہے جس میں ملتِ اسلامیہ میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ وہ یہ ہے کہ معاملہ کو رسولؐ کی طرف لوٹایا جائے یا رسول اللہؐ کی لائی ہوئی کتاب اللہ کی جانب۔

کیونکہ اپنے اختیار کردہ مذہب کو تقلیداً سچ سمجھنا اور مجادلہ و مکابرہ کے ذریعہ اپنے نظریات منوانا دینِ اسلام کے خلاف ہے لہذا اختلافات کی صورت میں صحیح حل تلاش کرنے کا عمدہ طریق کار یہی ہے کہ ہر معاملہ کتابِ خدا اور سنتِ رسولِ خدا کی روشنی میں سلجھایا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ عقل و فطرت کے خلاف ہر امر غیر اسلامی ہو گا۔ چنانچہ اس دقیق و نازک مضمون کو بھی ہم کتابِ مجید اور سنتِ حمیدہ کے آئینے میں پیشِ خدمت کرتے ہیں اور فیصلے کا انحصار قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین غیر جانبداری سے مطالعہ کریں گے انشاء اللہ حق غالب رہے گا۔

مصنف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبدالکریم مشتاق غفراللہ ذنوبی بارگاہ رب العالمین میں بعجز و انکسار ہدیۂ حمد پیش کرتا ہے۔ اور ملتجی ہے کہ اے اللہ! سراج المبین، شفیع المذنبین اور رحمۃ للعالمین رسولؐ اور ان کی طیب و طاہر آلؑ پر کہ جو سفینۂ نجات، امان امت اور معدن رسالت ہیں رحمت نازل فرماتا جا۔

سلام ہے ان تمام وفاشعار ہستیوں پر جنہوں نے رسولؐ کے آخری پیغام "حدیث ثقلین" پر عمل کیا اور متمسک بالثقلین ہوئے۔

اے خدا! گواہ رہ کہ ہم بیزار ہوتے ہر اس شخص سے جس نے تیرے محبوبؐ کی وصیت سے منہ موڑا۔ اور تیرے رسولؐ کی حکم عدولی کر کے تیرے دین سے غداری کی۔

بندۂ گنہگار کی انتہائے نگارش یہی ہے کہ تیرے پاک کلام کے ان مقدس الفاظ کو سرخیِ مضمون قرار دیتا ہوں۔ ارشاد ہے کہ:۔

"وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا"

"اور وہ وہی ذات بلند ہے جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملا دیا جن میں ایک (کا پانی) تو میٹھا تسکین بخش ہے اور ایک (کا پانی) شور تلخ ہے اور ان کے درمیان میں (اپنی قدرت سے) ایک آڑ

اور ایک قوی رکاوٹ بنا دی۔" (پ ۱۹ سورۂ فرقان۔ آیت ۵۳)

اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات ایسی قادر و حکیم ہے کہ ایک ہی مقام پر دو مختلف الخواص چیزوں کو پیدا کرتی ہے۔ اس صانع علیم نے اپنی اس قدرت کی مثال کھاری و شیریں پانی کے ملاپ سے بیان فرمائی ہے کہ دونوں پانی ایک دوسرے سے مل کر بھی اپنے خواص و اثرات سے متصف رہتے ہیں۔ اور نہ ہی نمکین پانی میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی میٹھا پانی کھاری بنتا ہے۔ اور نظامِ فطرت کے مطابق ایک قدرتی رکاوٹ ان دونوں کی خاصیتوں کی محافظ رہتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر ظاہراً ایک ہی شکل کی دو چیزیں ایک دوسرے سے مل بھی جائیں تو ان کے خواص واقعی اپنی اپنی ماہیت و ظرف کے مطابق بحال رہ سکتے ہیں۔ جس طرح کہ کھاری پانی میٹھے پانی کے ساتھ بہتے ہوتے بھی نمکین ہی رہتا ہے۔

خدا نے یہ مثال اسی لئے پانی کی بیان فرمائی ہے کہ اس نے ہر شے کو پانی سے خلق فرمایا ہے۔ یعنی خلقت کا بنیادی مادہ پانی ہے۔ اس لئے تمام مادی مخلوقات کے لئے بنیادی مادہ تخلیق کی تمثیل بیان کر کے خدا نے اتمامِ حجت فرمائی کہ دو متضاد صفت اشیاء باہم ایک ساتھ ہوتے ہوئے بھی اپنی جبلت و طینت کے مطابق رہتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کی صفات کو زائل و تبدیل نہیں کرتی ہیں۔ درآں حالیکہ قدرت ان دونوں کے درمیان ایک رکاوٹ کا بندوبست کرتی ہے۔

لہٰذا کتاب محکم کے عطا کردہ اس کلیہ کی روشنی میں ہم زیر بحث

اختلاف کا تجزیہ کرتے ہیں۔ جماعت مخالف کی دلیل یہ ہے کہ حضرات شیخین کی روضۂ مبارک میں تدفین ان کے مراتب جلیلہ کا ثبوت ہے۔ جب کہ ثقلین الرسولؐ سے متمسکین کی رائے یہ ہے کہ جب تک ایمان کامل اور اعمالِ صالحہ نصیب نہ ہوں یہ شرفِ تدفین باعث فضیلت نہیں ہے۔ جب ہم دونوں فریقوں کے نظریات کا جائزہ لیتے ہیں اور عقیدت و تعصب کا چشمہ ہٹاتے ہیں تو یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ فی الحقیقت محض روضۂ اقدس میں دفن ہونا کوئی شرف نہیں ہے۔ جب تک کہ ایمان و عمل مشرف نہ ہوں۔ لہٰذا شیعہ نظریہ بنیادی بلکہ حتمی طور پر معقول و درست ہے۔ کیونکہ اگر صرف تدفین ہی فضیلت ہے تو یہ فضل مشرکین و کفار کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس میں حضرات شیخین سے ان کو سبقت بھی حاصل ہے اور پھر سب سے بڑی خرابی اس مفروضہ میں یہ پیدا ہوتی ہے کہ معاذ اللہ خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک پر ایسا گمان غلط کرنا پڑتا ہے۔

تاریخ سے یہ بات پوری طرح ثابت ہے کہ مسجد نبویؐ جس جگہ پر حضورؐ کا روضۂ اقدس ہے۔ قبل از اسلام کفار و مشرکین یثرب کا قبرستان تھا۔ یہ مسجد عین مقامِ قبور مشرکین پر بنائی گئی ہے۔ جہاں ابدانِ مشرکین خاک ہو کر خاک میں مل چکے تھے۔ البتہ تعمیر مسجد کے دوران جو کوئی ہڈی وغیرہ ملی اس کو نکالا گیا مگر جو خاک ہو گئے تھے وہ مٹی میں مل گئے۔ ان کا گوشت پوست وغیرہ اس زمین ہی میں موجود رہا۔ اب سوال یہ ہے کیا وہ مشرک و کافر مردے جو اس جگہ پہلے سے دفن تھے ان پر خدا رحمت برساتا رہا یا کچھ اور . . . . . ؟ یا اب جب کہ اسی جگہ مسلمانوں نے مسجد بنائی اور اس مقام کا مقدر جاگ اٹھا کہ اسے جسدِ اطہر کی

سپردگی نصیب ہوئی۔ کیا رحمتِ خداوندی سے وہ سارے بت پرست کافر جو اس گورستان میں قبل از اسلام دبائے گئے اس رحمت سے حصہ پا رہے ہیں یا یہ کہ وہ عذاب جو کفار کو ہوتا ہے معاذ اللہ اس کا اثر مسجد پر پڑتا ہے۔ یہ سیدھی سی بات قابلِ غور ہے اور بڑی آسانی سے یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ اس جگہ پر دفن شدہ کفار و مشرکین بدستور عذاب میں مبتلا ہیں اور مومنین کے لئے وہی مقام منزلِ رحمت ہے اور روضہ من افضل ریاض الجنۃ ہے۔ جن حضرات کو مدینہ منورہ کی زیارت نصیب ہوتی ہے وہ جانتے ہیں روضۂ رسولؐ اور مسجدِ نبویؐ الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی جگہ ہے اور یہ وہی جگہ ہے جو قبل از ہجرتِ رسولؐ مشرکین کا گورستان تھا۔ لہٰذا یقیناً نجس مشرکین کے بوسیدہ اجسام کی مٹی اس زمین میں خلط ملط ہوتی ہوگی۔ لیکن حضورِ اقدسؐ نے اسی جگہ کا انتخاب فرما کر بالکل قرآنی کلیہ کے مطابق اس اختلاف کا حل پیش فرما دیا کہ جس طرح دو پانی مل کر جدا جدا حیثیت سے جاری رہتے ہیں اسی طرح ایک مقام پر عذاب و رحمت بھی ہو سکتا ہے۔ جب کہ قدرت صانع ہے کہ رکاوٹ کا انتظام کر سکتا ہے اور ہر شے محل مطلوبہ کی طرف راجع ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ اب یہ مسئلہ قرآن و سنت کے مطابق طے ہو گیا۔ جب حضورؐ مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مسجد کے لئے جگہ حاصل کی اسی جگہ رہائش کا بندوبست بھی فرمایا اور اسی مقام کو شرفِ مدفن بخشا۔ اسی جگہ حضرات شیخین کو سپردِ خاک کیا گیا چنانچہ مسجد نبویؐ کے متعلق اس بیان کو ہم مشہور کتاب اہل سنۃ والجماعۃ طبقات ابن سعد سے نقل کرتے ہیں۔

"انس نے کہا کہ اس میں مشرکین کی قبریں تھیں۔ کھجور کا باغ تھا، چٹانیں تھیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کا باغ کٹوا دیا۔ مشرکین کی قبریں کھدوا دیں
اور چٹانوں کو برابر کرا دیا۔ لوگوں نے کھجوروں کو قبلہ کی طرف قطار میں کھڑا
کردیا اور اس کے دونوں جانب پتھر رکھے۔ وہ لوگ اور ان کے ساتھ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بھی رجز پڑھتے تھے اور آپ فرماتے تھے۔

"اے اللہ آخرت کی خیر کے سوا کوئی خیر نہیں لہذا تو انصار و مہاجرین
کی مدد کر۔"

عمار طاقتور آدمی تھے وہ دو دو پتھر اٹھاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے ابن سمیہ "شاباش" تمہیں باغیوں کا گروہ قتل کریگا۔"

طبقات ابن سعد مصنفہ محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ جلد ۲ ص ۱۷

مشہور ہے کہ حضورؐ کا انتقال حجرہ ام المومنین عائشہ میں ہوا اور یہ حجرہ
اسی جگہ تھا اور اس حجرہ سے متصل مسجد کا راستہ تھا۔ چنانچہ محمد بن سعد لکھتے ہیں کہ

"جب آپ اس تعمیر سے فارغ ہوئے تو اس حجرے کو جس کے متصل مسجد کا
راستہ تھا۔ عائشہ کے لئے مخصوص فرمایا۔"

طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۱۶

الختصر قرآن مجید اور سنت رسولِ مقبول سے ثابت ہوا کہ محض مقدس جگہ
پہ دفن ہونا کوئی فضیلت نہیں ہے۔ البتہ اگر مدفون کا ذاتی کردار تقویٰ کے معیار
پر پورا اترتا ہے تو وہ جس جگہ بھی دفن ہوگا وہی زمین خطۂ رحمت و برکت ہوگی۔
اس لئے صرف جگہ کی فضیلت سے استدلال کر کے کسی کو افضل قرار دینا نہ ہی

قرآن مجید کے مطابق ہے اور نہ ہی سنت رسولؐ سے ثابت ہے۔ اسی طرح عقل و دانش
بھی ایسی فضیلت ماننے پر تیار نہیں ہے۔

جنت و جہنم کا اتصال

اسی طرح قرآن مجید میں سورہ اعراف کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ
دوزخ اور بہشت ساتھ ساتھ ہی ہوں گے اور اہل جنت دوزخیوں سے اور اہل جہنم
بہشتیوں سے بات چیت بھی کریں گے۔ لیکن باوجود اس قریبی ہمسائیگی اور اتصال
کے اہل جہنم معذب رہیں گے اور اہل جنت منعم۔ چنانچہ اصحاب جنت اور اصحاب
النار کے قریبی فاصلے کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا
مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۚ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا
عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

(پ ۸ سورۃ الاعراف ۵۰)

"اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے ہمارے پر تھوڑے
سے پانی کا فیض کر دو یا اپنے رزق میں سے کچھ دیدو جو اللہ
نے تمہیں دیا ہے (اہل جنت) کہیں گے کہ اللہ نے کافروں پر
دونوں چیزوں کی بندش کر رکھی ہے۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جنتی اور جہنمی ایک دوسرے کے اتنے

قریب ہوں گے کہ وہ ایک دوسرے سے گفتگو کر سکیں گے۔ لیکن حرارت دوزخ جنت مقیموں کے لئے باعثِ آزار نہ ہوگی اور خنکی اہلِ ہاویہ کے لئے موجب تسکین نہ ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ ہمسائیگی و قرابت کے باوجود بھی مستحق عذاب کو عذاب میں مبتلا کہا جا سکتا ہے اور مرحوم کو رحمت حاصل ہوتی رہتی ہے۔

پس جس طرح قدرت جنت اور دوزخ کو ساتھ ساتھ رکھ کر ایسا بندوبست کر سکتی ہے کہ ایک وجود دوسرے پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اسی طرح متقی و پاکباز کے ہمسایہ بدکار و بد اعمال کے لئے بارشِ رحمت اور نزولِ عذاب کا انتظام کر سکتی ہے۔ جیسا کہ آتشِ نمرود کفار کے لئے آگ تھی لیکن حضرت ابراہیمؑ کے لئے گلزار ٹھہری۔ یا یہ کہ موسیٰ علیہ السلام پر گودِ فرعون میں نور و رحمت کی برسات ہوتی رہی۔ جب کہ موسیٰ کو گود میں بٹھانے والے فرعون کو اس رحمت کی بارش کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوا۔ بلکہ اس پر لعنت برستی رہی۔ نیز یہ کہ آتشِ جہنم اہل النار کے لئے عذاب ہے۔ جب کہ خازن فرشتوں کے لئے وہی آگ رحمت و سلامتی بن جاتی ہے۔

بے جان بتوں اور بے روح مردوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی مردہ کسی مقدس جگہ پر دفن ہو کر مقدس ہو سکتا ہے تو پھر خانہ کعبہ میں طویل قیام کے باوجود بت نجس کیوں رہے۔ حالانکہ وہ شعور بھی نہیں رکھتے تھے۔

مسلمات میں سے ہے کہ ہر شے اپنی اصلیت کی طرف لوٹ جاتی

ہے۔ چنانچہ اسی کلیہ کا عملی تجربہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کروایا گیا۔ آپ نے چار پرندے ذبح کئے ان کا گوشت ملا لیا اور پہاڑوں پر جا کر بکھیر دیا پھر آواز دی اور پرندے اصلی حالت میں لوٹ آئے۔ کوئی بوٹی کسی غیر کو نہ گئی۔ بلکہ بعینہ اپنی فطری وجودی صورت میں زندہ ہوئے۔ پس معلوم ہوا کہ جنس جنس کی طرف رسید ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی قرآن تجربہ کی روشنی میں حدیث رسولؐ کا ماحصل یہ ہے کہ :۔

"مُردوں کو خدا ہم جنس لوگوں تک پہنچا دیتا ہے"

ملا علی قاری اپنی کتاب المصنوع فی احادیث الموضوع مطبع محمدی لاہور صہ۲ پر لکھتے ہیں کہ :۔

"حدیث (تحقیق) اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو مردوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ سخاوی کہتے ہیں کہ میں اس حدیث سے واقف نہیں ہوا۔ یعنی روایت مرفوع نہیں اور فقط ابوہریرہ صحابی تک پہنچتی ہے۔ اسی کا قول ہے اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا اسی طرح حافظ زین عراقی نے تخریج احادیث احیاء (العلوم) میں ذکر کیا ہے۔ اس پر شیخ زین الدین قریشی نے استدراک کیا اور کہا ہے یہی نہیں بلکہ اس روایت کو باسناد عبدالرزاق محدث نے اپنے مصنف میں اور سعید بن منصور نے اپنے سنن میں اور امام بخاری نے تاریخ میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ اگر ابوہریرہ سے مرفوعاً

مروی نہیں ہے مگر چونکہ یہ اپنے قیاس سے کہنا صحیح نہیں ہے اور صحابی پر حسن ظن ہے کہ ضرور نبی سے اس کو پہنچا ہوگا لہٰذا حکم مرفوع میں ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مذکور ہے"۔

اسی طرح مشہور علامہ اہل سنتہ حافظ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور ص۱۱۵ میں لکھا ہے کہ

"دیلمی نے فردوس الاخبار میں انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور نے فرمایا۔ میری امت میں سے جو کوئی قوم لوط کا عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا حشر اس قوم کے ساتھ کرے گا۔ ایسی ہی روایت ابن عساکر نے صحیح اسناد کے ساتھ عمرو بن اسلم دمشقی سے نقل کی ہے اور وکیع بن الجراح کا بیان ہے اس نے حدیث رسول سماعت کی ہے کہ جو کوئی قوم لوط کا عمل کرے گا۔ اللہ میاں اس کو قبر سے اٹھا کر اسی قوم میں شامل کر کے اس کا حشر کرے گا"۔

متذکرہ بالا روایات کا خلاصہ یہ ہوا کہ خدا مردوں کو ان کے ہم جنس لوگوں میں پہنچا دیتا ہے اور اعمال و کردار کے مطابق ان کا حشر و نشر اپنے ہم مشربوں کے ساتھ کرتا ہے۔ لہٰذا مردہ کسی بھی جگہ دفن کیا جائے۔ جگہ کا تقدس اس کی ذات کو پاک بنانے کا ذریعہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ اس کا ذاتی کردار اگر مستحسن ہے تو مقدس زمین اس کیلئے سونے پر سہاگہ ہوگا۔

اگر جائے دفن کسی مدفون کے لئے کسی شرف و عزت کا باعث ہوتی تو شہدائے بدر کے اجسام اس جگہ دفن نہ کئے جاتے جہاں کفار نے اپنے

مردے دبائے تھے۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے کہ ہر کوئی آدمی اگر کسی متبرک جگہ پر دفن ہو جائے تو وہ رحمت پروردگار کا مستحق ہوگا تو یہ بات عقل و دانش کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ مشاہدے و تجربے سے بھی غلط ثابت ہوتی ہے۔

رنجیت سنگھ کی سمادھی اور بادشاہی مسجد

مثلاً سکھ مہاراجہ رنجیت سنگھ والئی پنجاب تھا غیر مسلم و کافر تھا مگر چونکہ برسر اقتدار اور حامل قوت تھا۔ لہٰذا اس کے دور میں مسلمانوں کی سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد جسے بادشاہی مسجد کہا جاتا ہے کی حرمت قائم نہ رہی اس کے جانشینوں نے اس کی سمادھی بادشاہی مسجد کے پہلو میں بنا دی۔ آج بھی جن لوگوں نے بادشاہی مسجد لاہور دیکھی ہے۔ ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ رنجیت سنگھ کی مڑھی اور شاہی مسجد بالکل متصل ہیں۔ عقیدہ مسلمین کے مطابق مسجد خدا کا گھر ہوتا ہے اور ان مساجد پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں لیکن کوئی مسلمان ایسا گمان نہیں کرے گا کہ ان برکات میں سے کچھ برکتیں رنجیت سنگھ کو بھی مل جاتی ہیں حالانکہ بظاہر مہاراجہ اللہ تعالیٰ کا ہمسایہ ہے لیکن اس کے برعکس علامہ اقبال مرحوم کا مقبرہ مسجد کے پہلو میں ہے اور ان کے لئے یہ جگہ باعث افتخار سمجھی جا سکتی ہے۔ پس جس طرح رنجیت سنگھ کیلئے قرب خانہ خدا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اسی طرح مرقد رسولؐ سے نزدیکی کسی شخص کیلئے مفید نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ وہ مومن و متقی نہ ہو۔

بیت المقدس اور اہل یہود

دوسری مثال یہ ہے کہ مسلمانوں کا قبلہ اول بیت المقدس بہت متبرک جگہ ہے۔ انبیائے کرامؑ کا مسکن رہا ہے اور ہر وقت خدا کی رحمت وہاں نازل ہوتی رہتی ہے لیکن بدقسمتی سے یہ مقدس مقام آج کل اسرائیل کے قبضہ میں ہے اور آئے دن یہودی مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کرتے رہتے ہیں اگر بالفرض کوئی یہودی لیڈر وہاں دبا دیا جائے تو کیا آپ اس مردہ یہودی کو بیت المقدس میں دفن ہونے کے باعث مقدس و محترم تسلیم کر لیں گے۔ یقیناً نہیں کریں گے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ حکومت و طاقت کے بل بوتے پر زبردستی دفن ہو جانے سے کوئی فضیلت نہیں آیا کرتی۔

پس ثابت ہوا کہ کسی بھی شخص کیلئے کسی باعظمت جگہ پر دفن ہو جانا اس وقت تک باعث رحمت نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میت کا اعمال نامہ اسے رحمت و برکت و انعام کا مستحق قرار نہ دے لہٰذا حضرات شیخین کیلئے روضۃ النبی میں دفن ہونا اسی صورت میں کسی شرف کا سبب ہو سکتا ہے جبکہ ان کے کردار ایمانیت و تقویٰ کے جامہ میں ملبوس ہوں۔

غیر شیعہ مسلمان بھائیوں کے نزدیک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (اللہ تعالیٰ ان کے موجودہ درجات میں بلندی عطا کرے) کی سیرتیں بے داغ ہیں۔ وہ مومن کامل اور عاشقان رسولؐ تھے۔ ہمیں اس خوش اعتقادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے اگر وہ حضرات فی الحقیقت راسخ العقیدہ مومن اور پاکباز مسلمان صحابی تھے تو

یقیناً اپنے اعمال حسنہ کی جزا خداوند عادل عظیم سے پا رہے ہوں گے اور جوار رحمت سے مستفید ہوں گے لیکن اگر بعد از رسولؐ ان حضرات سے مبینہ احداث صادر ہوئے ہیں اور ان کے مخالفین کے الزامات صحیح و درست ہیں تو ایسی صورت میں یہ تدفین ان کیلئے کوئی فائدہ محفوظ نہیں رکھ سکتی ہے اور ممکن ہے کہ جو حشر قبل از اسلام کے دفن کردہ لوگوں کا ہو ویسا ہی ان بزرگوں کا ہو۔ اللہ خبیر و علیم ہے لہٰذا ہم یہ معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہیں جو ظالموں سے انتقام لینے والا ہے ہمیں صرف یہی گوش گزار کرنا ہے کہ معیار تقویٰ کو ترک کر کے محض زمین کا تقدس اور کسی مقدس کی ہمسائیگی کسی بھی صورت میں منفعت بخش نہیں ہو سکتی ہے۔

جیسا بیج ویسا پھل

بین الاقوامی ضرب المثل ہے کہ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔ یعنی زمین میں جو بیج ڈالا جائے گا۔ وہی پھل اُگے گا۔ اگر ایک ہی زمین کے قطعہ میں آم اور امرود ساتھ ساتھ بو یا جائے تو باوجود زمین ایک ہونے، کھیت وہی ہونے پانی ایک ہونے اور کسان وہی ہونے کے یہ امر محال ہے کہ آم کا بیج امرود پیدا کر دے اور امرود کے تخم سے آم کا پیڑ اگ جائے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جیسا بیج ویسا پھل خواہ ان کو قریب قریب بوئیں یا فاصلہ پر۔ روئیدگی حسب مزاج تخم برآمد ہوگی۔ ایک ہی زمین سے گل گلاب بھی اُگ آئے گا اور وہیں سے کیھوڑے بھی نکل سکتے ہیں۔ زمین ایک ظرف جدا۔ باقی سب کچھ جانے خدا۔

مثال

ایک چھوٹی سی مثال بیان کر کے ہم مضمون کو آگے بڑھاتے ہیں کہ میں ایک کمرے میں مصلےٰ بچھائے نماز پڑھ رہا ہوں۔ اسی کمرہ میں میری جائے نماز سے چند قدم دور ایک چار یا پانچ سالہ بچہ پیشاب کر دیتا ہے۔ اب ایک ہی کمرہ کے دو مقام ہیں ایک وہ جہاں مصلےٰ بچھا ہے اور نماز ادا کی جارہی ہے اور ایک وہ جہاں بچے نے پیشاب کر دیا ہے۔ نماز کی جگہ پاک ہے اور پیشاب والی جگہ نجس ہے۔ نہ ہی نجاست طہارت کو مانع ہے اور نہ ہی طہارت نجاست کو دور کر سکتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بعض اوقات ایسے بھی ہو جاتا ہے کہ ایک جگہ کا کچھ حصہ مطلق ناپاک ہو اور اسی مقام کا ایک حصہ ایسا پاک و طاہر ہو کہ سجدہ گاہ ہے۔ پس اہمیت و فضیلت جگہ و زمین کو نہیں ہے بلکہ عمل و کردار کو ہے۔

اس میں شک نہیں کہ فضیلت میں جگہ کا تعلق بھی ہو سکتا ہے مگر عمل کے ساتھ بلا عمل کسی بھی جگہ کو کوئی خصوصیت نہیں مثلاً یہ کہ حرم کعبہ کی فضیلت ہے کہ یہاں پڑھی گئی نماز دیگر مقامات پر ادا کی گئی نماز سے افضل ہے مگر اس فضیلت کے حصول کیلئے عمل نماز ضروری ہے۔ اور یہ ظاہر ہے "الاعمال بالنیات" ریاکاری کے اعمال اعمال نہیں ہو سکتے۔

لمحۂ فکریہ

دفن شیخین کی گفتگو میں بعض لوگ عقیدت کی رو میں بہتے ہوئے اس

قدر دور نکل جاتے ہیں کہ بھٹکنے لگتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضورؐ کو ان دو بزرگواروں سے اتنی محبت تھی کہ ان کو اپنے پاس لٹا لیا ہے۔ اولاً تو اس بات کا وزن اور اہمیت اسی صورت میں ہو سکتی تھی جب آنحضرتؐ ایسی وصیت فرماتے کہ ان حضرات کو میرے قرب و جوار میں دفن کیا جائے جبکہ کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی ایسی وصیت مذکور نہیں ہے۔ پھر یہ کہ خود حضرت ابوبکر اور ام المومنین عائشہ کے اقوال سے کتب سنیہ میں مرقوم ہے کہ حضورؐ مردوں میں سب سے زیادہ علیؑ کو چاہتے تھے اور عورتوں میں سب سے زیادہ فاطمہؑ کو۔ اب عجیب بات یہ ہے کہ زندگی میں تو علیؑ و فاطمہؑ سے محبت فرمائیں اور بعد از انتقال کسی اور سے اور پھر یہ کہ اگر پاس لٹانا ہی محبت کی علامت ہے تو کیا وہ ہستیاں جو روضہ مقدسہ سے دور دفن ہیں کیا ان سے حضورؐ کو محبت نہ تھی۔ علیؑ و فاطمہؑ تو رہے ایک طرف۔ فرمائیے حضرت عائشہ جن سے محبت کی روایات سے کتب صحاح ستہ بھری پڑی ہیں ان کو بھی یہ شرف نہ ملا جبکہ عام دستور زمانہ کے مطابق شوہر بیوی کی قبریں ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ چلئے بی بی صاحبہ کا ذکر بھی چھوڑیئے حضرت عثمان بن عفان جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دوہرے داماد تھے اور حضورؐ کے بہت چہیتے تھے ان کی محبت بھی کافور ہو گئی۔ اگر اس بات کو قبول کر لیا جائے کہ جو نزدیک دفن ہے۔ وہ زیادہ قریبی و محبوب ہے اور جو دور دفن ہوا وہ غیر محبوب ہے تو بہت سنگین صورت سامنے آجائے گی۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ محض قبر کی نزدیکی یا دوری کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

جب ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو حضرت عثمان کے قتل کا سنگین واقعہ مسلمانوں کی عہد شکنی، طوطا چشمی اور شقاوت قلبی کی واضح تصاویر سامنے لاتا ہے

کہ ایک تسلیم کردہ امام کو سوا مہینے محاصرہ میں رکھ کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے اور اس کی نعش کو دفن بھی نہیں ہونے دیا جاتا لہٰذا مدینہ کے باہر خلیفۃ المسلمین کی لاش بے گور و کفن پڑی رہتی ہے اور مسلمانوں کی غیرت بیدار نہیں ہوتی چنانچہ یہودی قبرستان کے حش کوکب میں چند روز بعد سپرد خاک کی جاتی ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قبر کی جگہ کا تعلق اخروی نجات سے وابستہ کر لیا جائے تو پھر حضرت عثمان کے حشر کے متعلق کیا کہا جائے گا کیونکہ آپ کا مدفن نہ صرف روضہ اقدس سے دور ہے بلکہ قبرستان بھی دوسری ہی قسم کا تھا۔

ایسا ہی سوال امام حسینؑ کے بارے میں پیدا ہو سکتا ہے کہ یزیدی لشکر کے ملعون سپاہی اور شہدائے کربلا ایک خطہ ارض پر دفن ہوئے لیکن نزول رحمت شہداء کے مزارات پر ہوتا ہے۔ نہ کہ اشقیاء کی قبروں پر۔

مختصر یہ کہ آنحضرت کی نہ ہی کوئی وصیت ثابت ہوتی ہے کہ دفن شیخین میں حضور کی خواہش تھی اور نہ ہی اذن، کیونکہ تمام تاریخوں سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنی اس خواہش تدفین کا تذکرہ اپنی صاحبزادی حضرت بی بی عائشہ سے آخری وقت کیا اور انھوں نے آمادگی ظاہر کی۔ اگر وصیت رسولؐ موجود ہوتی بی بی عائشہ سے ایسی گفتگو نہ کی جاتی۔ ملاحظہ فرمائیں۔ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی۔

موضوع روایت

حکم قرآن ہے کہ حرم رسول میں بلا اجازت داخل نہ ہوا جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر مومن زیارت مزار رسولؐ سے قبل اذن طلب کرے چنانچہ اعتراض کو ملحوظ رکھتے

ہوئے ایک روایت تراشی گئی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کا جنازہ دروازہ حضرت رسولؐ کے سامنے لایا گیا تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور آواز آئی کہ "حبیب حبیب کا مشتاق ہے"۔ اس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ دروازہ کا خود بخود کھلنا اور حضورؐ کی آواز کا ظاہر ہونا اذن رسولؐ اور رضامندی خدا اور رسولؐ کی دلیل جمیل ہے۔ اب مشتاق حقیر یہ عرض کرتا ہے کہ اگر درحقیقت دروازہ کھلا اور ایسی ندا آئی تو بلاشبہ اجازت رسولؐ ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ خود سنی علماء نے اس روایت کو تسلیم نہیں کیا ہے اور اس پر بایں الفاظ جرح کی ہے۔ چنانچہ اہل سنت والجماعت کے مقتدر و مشہور علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ

روایت مذکورہ (از خطیب، ابن عساکر) سخت غریب و منکر ہے۔ اس کی اسناد میں ابوالطاہر موسیٰ بن محمد عطاء مقدسی ہے جو بڑا کذاب ہے اور عبدالجلیل مری مجہول ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۸۲-۲۸۱ -)

پس کذاب و مجہول راویوں کی ایسی غریب و منکر روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی ہے۔ لہٰذا استدلال کمزور اور باطل ہے۔

اسی طرح تمام تاریخوں سے ثابت ہے کہ حضرت عمر نے آخری وقت، بی بی عائشہ سے اجازت لی کہ انھیں پہلو حضرت ابوبکر میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ بی بی عائشہ نے کہا کہ یہ جگہ انھوں نے خود اپنے (عائشہ) لئے تجویز کر رکھی تھی لیکن اب عمر کو دیتی ہوں۔ لہٰذا حضرت عائشہ کی اجازت سے حضرت عمر بن خطاب کو دفن کیا گیا۔ اگر حضورؐ کی کوئی وصیت یا اذن حاصل ہوتا تو پھر حضرت عمر کو بی بی عائشہ سے اجازت نہ لینا پڑتی اور نہ ہی خود بی بی عائشہ اپنے دفن کی خواہش کا اظہار فرماتیں

ام المومنین کی خواہش یہ ثابت کرتی ہے کہ حضورؐ نے ایسی کوئی وصیت نہیں فرمائی ورنہ ان کو علم ہوتا کہ یہ جگہ پہلے ہی سے پر ہے۔

اب اس مقام پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان دونوں بزرگوں نے اس کام کے لئے بی بی عائشہ ہی کی رضامندی پر کیوں اکتفا کیا حالانکہ دیگر امہات المومنین اور اہل بیت رسولؐ بھی موجود تھے۔ اس سوال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ وہ حجرہ حضورؐ نے بی بی عائشہ کو دیا تھا لہٰذا وہ اس کی وارث تھیں اس لئے ان کی اجازت و رضامندی ضروری تھی لیکن ہم یہاں پوچھتے ہیں کہ کیا مرتے وقت دونوں حضرات اپنے بیان کردہ اس قول کو بھول گئے کہ "ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہیں ہوتا"۔ حالانکہ خاص طور پر حضرت ابوبکر نے جناب سیدہ طاہرہ کو یہی حدیث "لانورث" بیان کر کے ناراض کیا تھا۔ لیکن دروغ گو را حافظہ نباشد۔ رسولؐ کی دختر کو وارث رسولؐ تسلیم نہیں کیا مگر خود ہی اپنے قول کی تردید اپنی بیٹی کو وارث رسولؐ مان کر کی۔

اگر حدیث "لانورث" صحیح ہے تو بی بی عائشہ کا دفن کیلئے اجازت دینا غلط ہے اور اگر حدیث درست نہیں بلکہ از روئے قرآن نبی کے وارث ہوتے ہیں تو فیصلہ خود فرما لیجئے۔

آمدم برسر مطلب مشہور ہے کہ ایک ایک قبر سے ستر ستر مردے اٹھائے جائیں گے۔ اب ظاہر ہے کہ جب ہر قبر میں سے اتنے مردے اٹھیں گے تو ان میں کچھ نیک سیرت ہوں گے اور کچھ بدکار و فاسق لیکن ایک ہی قبر میں ہر طرح کے کردار کے مردے کو اس کے استحقاق کے مطابق برتاؤ ہوتا ہے

لہٰذا یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ایک قبر سے سارے مردے جنتی ہی اٹھیں سزا و جزا کا انحصار اعمال پر ہے

گرو کا نتیجہ خیز قصہ

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا روضہ نجف اشرف میں ہے اور آپ حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے ساتھ آرام فرما ہیں جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا مزار مدینہ منورہ جنت البقیع میں ہے۔ اور امام حسن، امام زین العابدین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق، علیہم السلام کے مزارات بھی مدینہ میں ہی ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کا روضہ کربلائے معلیٰ میں ہے اور امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی الجواد علیہما السلام کاظمین شریفین میں جلوہ افروز ہیں۔ امام علی رضا علیہ السلام کا مشہد شہر طوس کے قریب مشہد المقدس میں ہے اور حضرت امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام کے مزارات سامرہ میں ہیں۔ جب ہم آئمہ اہلبیتؑ کے مراقد کے فاصلوں کو دیکھتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے کہ اولاد رسولؐ کس طرح دیس بدیس پھیلے ہوئے ہے اور باغ بتولؑ کے پھول کیسے بکھرے ہوئے ہیں جبکہ یاران رسولؐ دیار وطن ہی میں مدفون ہیں۔ پہلے ہم یہ وجہ سمجھ نہ سکے لیکن ایک روز ایک بزرگ سے ایک قصہ سنا جس سے یہ معاملہ کسی حد تک سمجھ میں آگیا۔ چنانچہ قصہ اس طرح ہے کہ ایک گرو اپنے چند چیلوں کے ہمراہ کسی سفر پر جا رہا تھا سارا دن مسافت طے کی۔ سورج غروب ہوا اور اندھیرا چھانے لگا کہ قریب ہی

ایک بستی آباد نظر آئی لہٰذا گرو نے چیلوں سے کہا کہ جلدی جلدی چل کر اس بستی تک پہنچ جاؤ اور اہل بستی سے شب بسری کیلئے کہو چنانچہ چیلے حسب حکم آگے آگے بستی میں آگئے اور بستی کے لوگوں کو رات گذارنے کیلئے التجا کی یہاں کے باشندے بہت بے مروت اور بد خلق تھے لہٰذا بجائے مہمان نوازی کے ان لوگوں نے چیلوں کو پکڑ باندھ لیا اور جوتوں سے تواضع شروع کی۔ اسی اثناء میں گروجی بھی آگئے اور چیلوں کو چھڑوانے کی کوشش میں مصروف ہوگئے لیکن ان شیطان خصلت لوگوں نے گرو کا بھی سازو سامان چھین لیا اور چیلوں کے ساتھ اسے بھی حراست میں لے لیا۔ ساری رات قیدی بن کر گذاری اور دن کو بڑی منت سماجت کرنے کے بعد خلاصی ہوئی اور اگلی منزل کی طرف روانہ ہوئے چیلوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور بستی والوں کو خوب جی بھر کر برا بھلا کہا لیکن گروجی نے ان کو روکا اور دعائیں شروع کیں کہ خدا اس بستی کو شاد و آباد رکھے اس کے باشندے اسی جگہ پر پھلیں پھولیں اور یہ آبادی کبھی منتشر نہ ہو۔ چیلے دل ہی دل میں گروجی کی ایسی دعاؤں پر متحیر ہوئے اور سوچنے لگے کہ ایسی مردود بستی کے لئے گروجی شادی و آبادی کی دعائیں کیوں کر رہے ہیں لیکن ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور مصلحت پوشیدہ کا لحاظ کرتے ہوئے یہ خاموش رہے اور گرو کی اس بات پر معترض نہ ہوئے چنانچہ چند میل کے بعد ایک اور گاؤں آیا چونکہ سفر و مصیبت کی وجہ سے یہ لوگ کافی تھک چکے تھے لہٰذا ارادہ کیا کہ اس دیہات کے کسی مقام پر تھوڑی دیر آرام کرکے سفر کو دوبارہ جاری کیا جائے یہ قریہ نیک بخت لوگوں کا تھا اس گاؤں کے لوگ بڑے مہمان نواز اور خلیق تھے جونہی گرو اور چیلے اس قصبہ کی حدود میں داخل ہوئے

باشندگان نے ان کو اجنبی سمجھتے ہوئے اور پریشان حال دیکھتے ہوئے ان کی مزاج پرسی کی اور آگاہی حالات کے بعد لوگوں نے ان مسافروں کی ڈھارس باندھی اور مناسب خاطر و مدارات کا بندوبست کیا خورد و نوش کا جو سامان وغیرہ گذشتہ بستی والوں نے چھین لیا تھا دوبارہ مہیا کردیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کردیا۔ گرو اور چیلے ان بندگان خدا کے حسن سلوک سے بے حد متاثر ہوئے اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آئندہ منزل کی طرف روانگی کا قصد کیا۔ اہلیان قریہ نے بڑی گرم جوشی سے ان نووارد مسافروں کو الوداع کہا اور کچھ ضروری سامان سفر بھی ساتھ کردیا کہ آئندہ بوقت ضرورت کام آئے۔ چیلے خوب دعائیں دیتے رہے کہ اللہ ان بستی والوں پر رحم و کرم فرمائے۔ ان کو شاد و آباد رکھے ہر آفت و مصیبت سے محفوظ رکھے۔ ان کو انتہائی حیرانگی ہوئی جبکہ گرو نے یہ دعا کی کہ اے اللہ اس نیکی کا بدلہ ان بستی والوں کو نیک عطا کر۔ اس بستی کو منتشر کردے اور اس کے آباد کاروں کو ادھر ادھر کی آبادیوں میں پھیلا دے۔

چیلے حیران تھے کہ گروجی کی ایسی دعا کا کیا مقصد ہے جن لوگوں نے ہمارے ساتھ ناروا سلوک کیا گرو نے ان کی آبادی کیلئے دعا کی ہے اور جنہوں نے ہماری مہمانداری میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ان کے انتشار کیلئے گرو دعا کر رہے ہیں۔ یہ بات چیلے سمجھنے سے عاجز تھے لہٰذا کچھ دیر صبر و خاموشی کے بعد ان سے نہ رہا گیا اور آخر گروجی سے دریافت کیا کہ گروجی کیا وجہ ہے آپ نے بدکار لوگوں کی آبادی کیلئے دعا فرمائی اور نیک بستی کے اجڑ جانے کی دعا کی۔ چونکہ ہم یہ مصلحت نہیں جان سکے۔ لہٰذا اس راز کی حقیقت سے مطلع فرمائیں۔

چنانچہ گرو جی نے بتایا کہ پہلی بستی (جس کے لوگ فاسق و بدکار تھے) والوں کی آبادی و شادی کی دعا میں نے اس وجہ سے کی کہ یہ لوگ بدکار تھے بدی کو ایک ہی جگہ رہنا چاہیئے۔ اگر بدکار منتشر ہو جائیں تو بدی پھیلے گی اور اس کا اثر بڑھے گا جہاں جہاں برے افراد آباد ہوں گے ان کی صحبت کا اثر دیگر لوگوں پر پڑے گا اور اگر یہ سارے بدکار ایک ہی جگہ رہیں گے تو برائی پھیل نہ سکے گی بلکہ ایک مخصوص مقام تک محدود رہے گی اور نیک معاشرہ ان کے اثرات بد سے محفوظ رہے گا لہٰذا میری دعا کی مصلحت یہی ہے کہ یہ فاسقوں کا قصبہ اس جگہ پر ہی قائم رہے اور اس کے افراد اسی جگہ آباد رہیں نہ ہی یہاں سے برباد ہو کر ادھر ادھر پھیلیں اور نہ ہی ان کے کردار کا اثر دوسروں پر پڑے اور چونکہ دوسری بستی اللہ کے نیک بندوں اور نیکو کاروں کی تھی لہٰذا میں نے دعا کی کہ یہ لوگ یہاں سے منتشر ہو جائیں اور ادھر ادھر پھیل جائیں تاکہ جہاں جہاں بھی یہ نیک افراد جا کر آباد ہوں۔ ان کے نیک کردار کا اثر وہاں کی آبادی پر پڑے اور نیکی پھیلتی جائے۔ ان کی نیک صحبت کا اثر بڑھتا جائے۔

پس چیلوں کی سمجھ میں آگیا۔ نیکی یعنی حق کو ایک ہی جگہ ساکن نہیں رہنا چاہیئے بلکہ ہر طرف پھیلنا چاہیئے البتہ باطل کو اسی جگہ دفن ہو جانا چاہیئے۔ جہاں سے وہ نمودار ہوا ہو اور اس کو منتشر نہیں ہونا چاہیئے۔

پس راقم جاہل نے اس مثال سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ خدا نے جو اہلبیتؑ اطہار کو مختلف مقامات میں پھیلا دیا ہے شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ لوگ ان کے نیک کرداروں سے متاثر ہو کر حق کو قبول کر لیں۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ رسولؐ میں

میں حضورؐ دیگر ممالک میں تربیت یافتہ تبلیغی وفد بھیجتے رہے اور تاریخ سے ثابت ہے کہ لوگ ان نمائندگان رسولؐ کے محض کردار اور سیرت ہی سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے تھے ورنہ تھوڑی سی عمدہ بحث ان کو قائل کرنے کیلئے کافی ہوتی تھی۔

حبیب حبیب کا مشتاق ہے

ہم نے گذشتہ بیان میں یہ روایت جس میں دروازے کا کھلنا اور "حبیب حبیب کا مشتاق ہے" کی آواز کا آنا مذکور ہوا ہے کو اصول حدیث کے مطابق موضوع ثابت کر دیا ہے لیکن اس وضعی حدیث کے جملے "حبیب حبیب کا مشتاق ہے" پر تھوڑی سی بحث کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے کیونکہ مخالف جماعت کا خیال یہ ہے کہ حبیب سے مراد حضرت ابوبکر ہیں لہٰذا ہم قارئین کی توجہ غزوہ خیبر کی طرف مبذول کراتے ہیں کہ جنگ خیبر میں حضرات شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو بھی امیر لشکر بنا کر حضورؐ نے لڑائی کے لئے بھیجا۔ لیکن خیبر فتح نہ ہوا۔ جب تمام لوگوں کو آزما لیا گیا اور مراد حاصل نہ ہو سکی تب سرکار ختمی مرتبتؐ نے آخر میں حضرت علی علیہ السلام کو علم جنگ عطا فرمایا اور اس سے قبل فرمایا کہ:-

"لأعطين الراية غداً رجلاً يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله يفتح الله على يديه كرار ليس بفرار"

یعنی بتحقیق کل میں یہ علم اس مرد کو دوں گا جو خدا اور رسول کو محبوب رکھتا ہے اور خدا اور رسول اسے محبوب رکھتے ہیں۔ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دیگا وہ جری دلیر ہے اور بھگوڑا نہیں ہے۔

(اس واقعہ کو تمام مورخین و محدثین نے اسی طرح بیان کیا ہے اور اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے قبل جو لوگ علمبردار مقرر کئے گئے وہ اس صفت کے موصوف نہ تھے کہ محبوب خدا اور رسول یا حبیب خدا اور رسول ہوں ورنہ حضور خصوصاً ایسا اعلان نہ فرماتے پس چونکہ روز خیبر خود حضور اکرم نے حضرت علی علیہ السلام کو محبوب خدا اور رسول اور حبیب نبی و خدا قرار دیا اور ان سے قبل جرنیلوں کو اس اعزاز سے محروم رکھا جن میں حضرات شیخین بھی تھے اس لئے وہ حبیب جس کے مشتاق حبیبؐ خدا تھے وہی ہے جسے خود اعلان عام میں آنحضرتؐ نے میدان میں "محبوب" فرمایا۔ اور حضرت ابوبکر و عمر کے بارے میں تو مولوی شبلی نعمانی اسی واقعہ کے ذیل میں اس طرح لکھتے ہیں کہ!

"ناعم کے بعد اور قلعے باآسانی فتح ہو گئے لیکن قلعہ قموص مرحب کا تخت گاہ تھا۔ اس مہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر کو بھیجا لیکن دونوں ناکام واپس آئے۔ طبری میں روایت ہے کہ جب خیبری قلعے سے نکلے تو حضرت عمر کے پاؤں نہ جم سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے ان کی نسبت بھی یہی شکایت کی۔"

(سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۲۵۶ تقطیع کلاں)

چنانچہ اس بزدلی و نامردی کے نقصوں کو بین کر حضور نے مرد، حبیب خدا و رسول حیدر کرار غیر فرار کو علم عطا فرمانے کا اعلان کیا۔ پس جب حبیب ہونا ہی ثابت نہیں ہو سکتا تو روایت موضوعہ کا کیا فائدہ:۔

الغرض مندرجہ بالا بیان کی تلخیص یہ ہے کہ حضرات شیخین کی فضیلت کیلئے یہ امر کافی نہیں ہے کہ انہیں پہلوئے رسولؐ میں سپرد خاک کیا گیا ہے بلکہ یہ اعزاز اسی وقت تسلیم کیا جا سکتا ہے جب ان کی سیرت بمطابق قرآن و سنت قرار پا جائے۔

پس چونکہ شیعہ نظریات بمطابق عقل و دانش اور تابع قرآن و سنت ہیں لہذا ان کی تردید اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ ان حضرات پر عائد کردہ اعتراضات و مطاعن کی مکمل صفائی پیش نہیں کر دی جاتی۔ اگر وہ تمام باتیں جو ان بزرگوں سے منسوب کی جاتی ہیں غلط ثابت ہو جائیں تو بلاشبہ روضہ اقدس میں ان کا مدفن باعث صد افتخار و اعزاز ہو گا۔

والسلام

مولوی دوست محمد قریشی کے اعتراضات

مولوی دوست محمد قریشی صاحب نے ایک کتاب "جلاء الاذہان" کے نام سے لکھی ہے۔ جس میں شیعوں سے ایک ہزار سوالات کے جوابات طلب کئے ہیں۔ ان اعتراضات میں درج ذیل اعتراضات زیر بحث موضوع سے متعلق ہیں لہٰذا ان کے جوابات یہاں لکھ دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔

اعتراض ۱:۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۔ (التوبہ ع ۶۸)

"خدا تعالیٰ نے منافقین و منافقات اور بے ایمان منکرین دین کو جہنم کا وعدہ دیا ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اب یا تو روضہ رسول مقبولؐ کو جہنم بنا لیجئے اور یا صدیقؓ و عمرؓ کے ایمان کا اقرار فرمائیے۔

جواب ۱:۔ پہلے آپ مدینہ منورہ میں مزار رسولؐ کو جنت ثابت کیجئے اور اس کے علاوہ باقی تمام جگہوں کو جہنم سمجھ کر ابوبکر و عمر کے علاوہ باقی تمام صحابہ کرام اور اہل بیتؑ کو معاذ اللہ جنت سے محروم قرار دیجئے۔ پھر یہ اعتراض فرمائیے۔ قریشی صاحب حدود عقل میں رہئیے۔ جنت و جہنم کا تعلق آئندہ زندگی سے ہے اور اگر آپ جنت عرشی سے کفر کرتے ہیں اور روضۃ الرسول کو جنت اعتقاد کرتے ہیں تو پھر اس سے محروم رہ جانے والے بزرگوں کو معاذ اللہ جہنمی مان لیجئے میں حضرات ابوبکر و عمر کے ایمان کا اقرار کئے لیتا ہوں۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ جگہ حضورؐ کی ہجرت سے قبل کفار کا قبرستان تھا۔ اگر کافر مردے جو یہاں دفن تھے جنتی ہو سکتے ہیں تو پھر آپ کی قائم کردہ دلیل مان لیں گے۔ اگر مُصر ہوں کہ روضۂ رسولؐ ریاض الجنۃ ہے تو میں کہوں گا کہ از روئے قرآن جہنم اور جنت کا انفصال ثابت ہے۔

اعتراض ۲:۔ اگر یہ منکر کیا جائے جیسا کہ صاحب فلک النجاۃ نے ص۸۲ میں کیا ہے کہ نہ حضور علیہ السلام کی وصیت تھی اور نہ وارث آل محمد کا حکم تھا تو فرمائیے امام ششم کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ جہاں کی مٹی کا خمیر ہوتا ہے وہاں دفن کیا جاتا ہے؟

جواب ۲:۔ قریشی صاحب! اگر صاحب فلک النجاۃ نے منکر کیا ہے تو آپ کو یہ منکری وصیت رسولؐ یا وارث آل محمدؐ کا حکم ثابت کر کے ظاہر کر دینا چاہیئے تھی مگر آپ کو ایسی توفیق کہاں! آپ نے جو یہ مٹی کے خمیر والا منکر کیا ہے۔ اس بارے میں میری گزارش یہ ہے کہ پہلے آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ رسول کریمؐ اور حضرات شیخین کا خمیر ایک مانتے ہیں۔ جب آپ ایک مان لیں گے تو اس موضوع پر گفتگو کیجئے۔ باقی رہا ہمارا عقیدہ تو ہم حضورؐ کو خاکی ہی نہیں مانتے بلکہ نوری اعتقاد کرتے ہیں لہٰذا مٹی کے خمیر پر بحث ہی فضول ہے۔ البتہ بحث برائے بحث یہ ہے کہ ایک ہی مٹی کے خمیر سے بت خانہ کے بت بھی بنائے جا سکتے ہیں اور اسی مٹی سے مسجد کی سجدہ گاہ بھی۔ دونوں کا خمیر ایک ہوتا ہے مگر تقدس و مراتب میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ خمیر ایک ہونا اور بات ہے اور ظرف ایک ہونا اور بات ہے۔ جس طرح مندر و مسجد ساتھ ساتھ ہونے کے باوجود رحمتا مسجد پر برستی ہے اور مندر محروم رہتا ہے حالانکہ ہمسائیگی اور ہم دیواری ہوتی ہے اسی طرح روضۃ الرسولؐ میں دفن شدہ افراد کی مثال سمجھئے۔

اعتراض ۳:۔ قرآن مجید میں ہے۔ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ

اِلَّا قَلِيْلًا۔ (الاحزاب ۶۰)

" بعدہٗ آپ کے ساتھ نہ رہیں گے مگر تھوڑی مدت "۔

اگر معاذ اللہ صحابہ کرام منافق تھے تو خبر پوری کیوں نہ ہوئی جب صحابہ کرام کے قائدین کو مجاورت نصیب ہوئی صرف صاحب نبوتؐ کی عمر تک نہیں بلکہ قیامت تک۔

جواب ع۳ : آیت کی عبارت اس بات کا مکمل ثبوت ہے کہ صحابہ میں منافق ضرور موجود تھے تبھی تو کہا گیا کہ وہ تھوڑی مدت کیلئے رسولؐ کے ساتھی رہیں گے۔ باقی یہ آیت بھی ان خاص منافقین کی مذمت میں ہے جو مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف جھوٹی افواہیں پھیلایا کرتے تھے اور جن قائدین صحابہ کی مجاورت کا آپ زعم رکھے ہوئے ہیں وہ بھی رسولؐ کا ساتھ چھوڑ گئے اور ایسا ساتھ چھوڑا کہ دوستی و صحابیت کی سفید چادر پر ان کا لگایا ہوا سیاہ داغ آج تک نہ صاف ہو سکا۔ پیغمبرؐ کے آخری سفر کی تیاری دیکھتے ہی انہوں نے حصول اقتدار کا سفر سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف شروع کر دیا اور اس وقت تک واپس نہ پلٹے جب تک حضورؐ کی تدفین مکمل نہ ہوئی۔ بلا عذر معقول ان حضرات کا چہرۂ منورہ کی آخری زیارت سے محروم رہ جانا اور جیش اسامہ سے تخلف کر کے حضورؐ کی نافرمانی کرنا حقیقی اور مجازی دونوں معنوں میں حضورؐ کا ساتھ چھوڑ دینے کے مترادف ہے اور قیامت تک کی مجاورت کی طرف جو اشارہ آپ نے کیا ہے اس کا ہم ایسا جواب دیتے ہیں کہ ہتھیلی پر سرسوں جمے۔ دنیا میں اکثر ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی قبریں کھودی گئیں اور ان میں ان کے جسد مبارک صحیح حالت میں نکلے بعض کے کفن تک میلے نہ ہوئے۔ فیصل حکومت عراق ہی کے دور میں چند سال قبل حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ اخبارات میں چھپا تھا۔ اب میں پوری شیعہ برادری کی طرف سے ذمہ لیتا ہوں کہ اگر قبریں کھود کر آپ ان قائدین کے

اجسام صحیح و سالم وہاں سے برآمد کر دیں تو دنیا میں ہر کوئی شیعہ آپ کا مذہب قبول کرے گا۔ آپ کے کھودے گئے صرف دو گڑھے کروڑوں مسلمانوں کو گمراہی کے گڑھوں سے محفوظ کر کے ہلاکت سے بچا لیں گے۔ اسلام میں آئندہ کیلئے نہ ہی مناظرہ رہیگا اور نہ ہی اختلاف۔ سب مسلمان ایک ہو کر متحد ہو جائیں گے اور اس کا اجر جو آپ کو ملے گا وہ یقیناً اصحاب کے قائدین سے بڑھکر ہو گا کہ ساری دنیا میں آپ شیعیت کو انتہائی پر امن اور پر وقار شکست دیں گے۔ آپکے لئے تبلیغ کا اس سے آسان اور پر اعجاز طریقہ اور کوئی نہیں۔ چلئے آزمائیے۔ اگر دونوں صاحبان وہاں سے درست اور صحیح نکل آئے تو آپکی دنیا میں بھی شہرت تامہ ہو گی اور آخرت میں بھی ماجور ہوں گے اور اگر نتیجہ برعکس نکلے تو ملنگ کی گزارش مان لیں کہ اہلبیتؑ کی مودت کا اجر جو آپکے ذمہ واجب الادا ہے اسے ادا کر دیجئے (زمانہ رجعت میں لاشوں کی برآمدی کا سوال دگر ہے)

قریشی صاحب! آپکے ہاں مشہور حدیث ہے کہ فرشتے مُردوں کو ان کے ہم جنس لوگوں کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ صرف حکومت کے بل بوتے پر دفن ہو جانا مجاورت نہیں ہے۔ ساتھ نبھانا اس کو کہتے ہیں کہ آڑے وقت قدم جما کر ساتھ دے اور جان دیکر بھی یار کی حفاظت کرے۔

اعتراض ع۴ :۔ اگر یہ کہا جائے جیسا کہ صاحب فلک النجاۃ نے ص۸۳ میں کیا ہے هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (الفرقان ۵۳) " یہ پانی میٹھا ہے اور یہ کڑوا " اسی طرح حضور علیہ السلام کی رفاقت اور حضرت کا قرب صدیق و فاروق کیلئے باعث نجات نہیں تو سوال یہ ہے کہ وہاں تو اسی آیت میں موجود ہے کہ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا " خدا تعالیٰ نے ان دریاؤں کے درمیان حد قائم کر دی ہے " اگر طاقت ہے تو روضۂ نبویہ میں اس قسم کی تصریح دکھائیے کہ یہ حصہ جنت کا ہے اور یہ جہنم کا ہے۔

جواب ع۴ :۔ جس طرح میٹھے اور شور پانی میں خدا نے حد قائم کر دی ہے اسی طرح یہاں

بھی حد ممکن ہے لیکن آپ نے حد ہی کر دی کہ قرآنی آیت کی نقل کو مکر کہہ کر اپنی مکارانہ ذہنیت کا ثبوت فراہم کیا آپ نے جو یہ مکر عرصہ سے چلا رکھا ہے ہم اس کے جھانسے میں نہیں آسکتے۔ اور اس حد کی تصریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ قرآن مجید میں ہے کہ۔ یَوْمَ یَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿الحدید ع ۱۳﴾ (اور یہ وہ دن ہوگا جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں اہلِ ایمان سے کہیں گے کہ ایک نظر (شفقت) ہماری طرف بھی کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں تو ان سے کہا جائے گا تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور وہیں نور کو تلاش کرو پھر (ان مومنین و منافقین) کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا اور اس کے اندر کی جانب تو رحمت ہے اور باہر کی طرف عذاب ہے۔ اس سے اگلی آیت میں اس طرح آیا ہے کہ یہ منافقین اہلِ ایمان سے پکار کر کہیں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے مومنین جواب دیں گے کہ ہاں تھے تو سہی مگر تم نے اپنے آپکو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور تمہارے دلوں میں شک تھا اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ مومن اور منافق کے درمیان خدا نے ایک دیوار کی رکاوٹ قائم فرمادی ہے اور اس کے دروازے کے اندر رحمت ہے اور باہر عذاب ہے۔ نیز یہ کہ امر مسلمہ ہے کہ جنت اور جہنم میں حائل ایک پل ہے جس کو صراط کہا جاتا ہے۔ احادیث میں ہے کہ یہ پل بال سے بھی باریک ہوگا جب بال سے بھی باریک خط جنت و جہنم کیلئے خط فاصل ہوسکتا ہے تو یہ مفروضہ بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ روضۂ اقدس کے خاص مقام اور قبور شیخین میں یہ فاصلہ سمجھ لیا جائے کیونکہ رسولِ کریم کی قبرِ مطہر اور شیخین کی قبروں میں کم سے کم ایک ہزار